فضائل علم و علماء

مولانا علامہ سید امیر علی رحمہ اللہ تعالی

(تیسری قسط)

ہر شخص جانتا ہے کہ فرض و واجب و سنت و مستحب یہ نام ان اعمال صالحات کے ہیں جن پر آخرت میں اجر جمیل و ثواب جزیل ہے اور قولہ واعملو صالحا کے تحت میں داخل اور ثواب برضاء الٰہی ملتا ہے تو اس کی رضا پر یہ برتاؤ ہوا اور اسی کو عبادت کہتے ہیں۔

اور جس فعل پر اللہ کی ناراضی ہو وہ بندگی سے خارج ہے۔ اگر وہم ہو کہ مباح چیز تو کچھ ضروری نہیں کہ واجب ہو اور اللہ تعالی نے منع بھی نہیں فرمایا۔ تو میں کہتا ہوں کہ اس وجہ سے بعض علماء نے مباح سے براہ تقوی پرہیز کیا اور حدیث میں آیا کہ آدمی کہا کرتا ہے کہ میرا مال میرا منال' اور تیرا مال کیا ہے؟ سوا اس کے کہ جو تو نے کھا کر برباد کیا یا پہن کر پھاڑ ڈالا یا صدقہ دے کر آخرت میں جمع کر لیا تو ان بزرگوں نے اس سے سمجھا کہ مراد اس میں مباح کھانا پینا تھا اور جب برباد ہوا تو دنیا کی زندگی جس کا ہر لحمہ ہر چیز غنیمت ہے کہ وہ چند روزہ حیات کے بعد اصلی مقام و وطن کو مراجعت کرے گا جہاں' یہاں کی کھیتی یا تجارت کا نفع' نایاب نفائس کے مجموعہ کی صورت میں ملے گا' اور جس میں یہ نہیں وہ خواہ مخواہ برا ہے خسارہ ہے اسی لیے حدیث سے ثابت ہے کہ صحت و فراغت دو چیزوں کی قدر نہ کرکے اکثر آدمی خسارہ میں پڑے ہیں علاوہ حدیث سے ثابت ہے نیک آدمی کے لیے پاک مال بہت اچھا نتیجہ دیتا ہے۔ تو جب مباح میں مال برباد وقت برباد گیا تو اس سے پرہیز چاہیے اور بعض علماء نے اس کو بھی عبادت میں شامل کیا اور میرے نزدیک بھی یہی اقرب ہے واللہ تعالی اعلم۔ اس لیے کہ مباح ایک حد ہے جو اللہ تعالی نے مقرر فرمائی اور ثابت ہو چکا کہ اس حد تک نافرمانی نہیں ہوئی تو بندگی رہی تب تو ضرور ثواب ملے گا اور حدیث میں صدقات روزانہ شمار فرمائے ہیں مثلاً کسی سے خوش خلقی سے بات کرنا صدقہ ہے۔ حتی کہ راستے سے کانٹا کنکر ہٹا دینا صدقہ ہے ان سب میں آدمی کا اپنی بیوی سے قریب ہونا بھی صدقہ شمار ہے تو جس نے اس حکمت کو نہ سمجھا اس نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا ہم میں سے کوئی آدمی اپنی شہوت پوری کرے تو اس میں بھی اس کو ثواب ملے گا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ شخص کسی حرام جگہ یہ فعل کرتا تو اس پر عذاب جہنم ہوتا کہ نہ ہوتا۔ عرض کیا گیا کہ ہاں بے شک عذاب تھا تو آپ نے فرمایا کہ پھر حلال میں ثواب ہے۔ اس میں بہت پاکیزہ اشارہ ظاہر ہے کہ شہوت و خواہش پوری کرنا شرع میں منع نہیں کی گئی ہے بلکہ مقصود شرع کا حد مقرر کرکے فرمانبرداری و نافرمانی کا امتحان ہے پس اگر نافرمانی کی

تو حرام کر کے بندگی واطاعت سے نکل گیا اور حلال کرنے میں فرمانبرداری کی حد کا قصد کیا تو بندگی میں رہا اور جب تک بندگی کی حد میں ہے اس کو ثواب ہے۔ اور حدیث سعد رضی اللہ عنہ میں صریح ارشاد فرمایا ہے کہ حتی اللقمۃ تجعل فی فی امراتک۔ یعنی اپنی جورو کے منہ میں جو نوالہ پہنچاتا ہے اس میں بھی تجھے ثواب ہے۔ بلکہ ان سب سے قوی استدلال قولہ کلوا من الطیبات...... (الآیہ) ہے کہ طیبات کھانے کا حکم دیا حالانکہ لذیذ غذا ایسی بھی ضروری نہیں ہے کہ بغیر اس کے مرجائے گا' چنانچہ بہت صورتیں مباح کی ہیں تو مباح موافق حکم ہے جس کے ماننے میں ثواب ہے جیسے مسافر کا نماز میں قصر کرنا اگرچہ فی الاصل رخصت ہو لیکن اللہ تعالی نے جو ہم پر صدقہ کیا اس کا قبول ہم پر واجب ہے۔ ہاں اتنا ضروری ہے کہ جو ثواب فرض وواجب کا ہے وہ بھلا مباح کا کب ہوسکتا ہے اور جو حدیث کھا کر برباد کرنے اور پہن کر پھاڑنے کی بیان کی گئی اس کا بیان اس واسطے نہ تھا کہ مباح کا مال برباد جاتا ہے کچھ ثواب نہیں ملتا ہے بلکہ اس سے مقصود یہ تھا کہ آدمی کا مال اس کے لیے کیا ہے جو وہ کہا کرتا ہے کہ میرا مال میرا مال کیونکہ اس کی زندگی بس یہی چندروزہ ہے تو اس میں جو کھانا پہنا تو وہ اب رہا نہیں اور جو خیرات کردیا وہ وہاں جمع کرلیا باقی سب اوروں کا حصہ ہے۔ اس کا اس میں سے بس یہی ہے جس کا مفصل حال مذکور ہوا۔

بالجملہ اصل اس میں ایک جامع آیت کریمہ ہے جس کے سمجھنے اور اس کی فقہ حاصل کرنے سے آدمی فقیہ ہوسکتا ہے یعنی قولہ تعالی **ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ** ۔ یعنی حق تعالی نے فرمانبردار بندوں سے ان کا جان ومال خریدا اور عوض اس کا جنت دیا۔ حضرت عمرؓ وغیرھما اکابر سلف نے فرمایا کہ سبحان اللہ یہ کمال کرم ہے کہ حقیقت میں اصل وبدل دونوں پھر اسی کو دیدیے مع رضوان وفضل عظیم کے کہ یہ اس پر مزید بڑھا کردیا پس اتنا تو سمجھ لینا ضروری ہے کہ مومن کو اپنی جان ومال میں اپنی رائے کا اختیار کچھ نہیں ہے اس کو چاہیے کہ ان دونوں کو اس طرح رکھے جس طرح مالک نے حکم دیا حتی کہ اعضاء وبدن سے نماز وروزہ وغیرہ کا کام لے حتی کہ جب بیماری سے پانی بدن پر ڈالنا مضر ہو تو تیمم کرادے اس واسطے اگر زخمی نے مثلاً تیمم نہ کیا اور نہالیا پس مرگیا تو وہ گنہگار مرا کیونکہ اس نے یہ اپنا زعم لگایا کہ تیمّم کرنے سے میرا جی صاف نہیں ہوتا ہے ایسے ہی جس کو عذر نہیں ہے اگر تیمّم کیا اور ٹھنڈے سرد پانی سے نہانے کو جی نہ چاہا تو گنہگار ہے اس نے نافرمانی کی ۔ **اللھم اغفر لنا بفضلک** ۔

مال کا بھی یہی حال ہے کہ اللہ تعالی عالم الغیب ہے پھر بھی پوچھا جائیگا کہ کس طرح کمایا۔ پہلے بتلاؤ کہ کمائی واجب تھی کیونکہ ہم اوپر بیان کرچکے ہیں کہ کمائی ضرورت کے وقت واجب ہے پھر کس حیلہ سے کمایا ہے۔ نوکری تجارت پیشہ نہ تو نوکری ایسی تھی جو ظلم وناحق سے خالی ہو حتی کہ خلاف شرع مثلاً حکم

نہ بگاڑنا پڑے کیونکہ خلاف قانون الٰہی جو قانون ہوگا وہ نافرمانی و ظلم ہوگا کیونکہ نافرمانی خود ظلم ہے اور خلاف شرع جو قانون ہے اس کے موافق فیصلہ کرانے کی وکالت و پیروی نہ کرے نوکری کی جو شرطیں ٹھہری ہوں ان کو ادا کرے۔ غدر و خیانت رشوت وغیرہ نہ ہو۔ تجارت میں خرید و فروخت فاسد و حرام طریقہ سے نہ ہو مثلاً کلکتہ سے ہزار من چاول کی بلٹی آئی اور ہنوز چاول نہ دیکھے نہ ناپے تولے بلکہ خالی بلٹی پر سو روپیہ نفع سے دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالے تو یہ حرام ہے اور پیشہ کی بھی ایسی ہی حالت ہے۔ پھر اگر اس نے عذر کیا کہ میں نے حرام ہونا نہیں جانا تو عذر قبول نہ ہوگا کیونکہ جب یہ پیشہ اختیار کیا تو اس کا علم جاننا فرض تھا۔

اب ہم دو باتیں یہاں صاف بیان کر دیں اگرچہ سمجھنے والا ہمارے بیان سابق سے بھی سمجھ سکتا ہے۔ ایک یہ کہ علم دین و علم دنیا کی تقسیم کیونکر ہے اور دوم علم کا طلب کرنا جو فرض ہے وہ کسقدر ہے تب فقہ کے معنی سمجھے جاسکیں گے۔ واضح ہو کہ عبادت اصلی تو فقط یاد الٰہی اور اس کی خالصتاً اطاعات و دعا و عاجزی و تضرع و حضوری وغیرہ ہیں پھر اس میں تندرستی و نفس کی غذا و ٹھکانا و بدن کا ڈھاپنا وغیرہ ضروریات ہیں جہاں تک ضرورت ہو اور کبھی عوارض دیگر بھی حقوق کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں جیسے اہل و عیال کا نان و نفقہ وغیرہ۔ اور عبادت سے مقدم اس کا طریقہ جاننا۔ پس جو شخص تنہا کسی پہاڑ میں وہاں کے میوہ جات پر بسر کرتا ہے جہاں کوئی نہیں ہے تو اس کو کپڑے کی ضرورت نہیں ہے اگرچہ جاہل کو وہاں شیطان اپنا بندہ بنا ڈالے گا اور عالم نے کچھ نہ کیا جب اس نے علم کا نفع روک دیا' عالم کے حق میں یہ تنہائی مضر ہے کہ ایسی تنہائی بعض اشارات حدیث سے منع نکلتی ہے اور بعض سے جائز بھی الغرض یہ ایک مثال تھی اس کی تحقیق منظور نہیں۔ غور فرمائیں کہ عبادت خالصہ کے لیے بیٹھے تو جگہ کی ضرورت ہوئی لہذا مسجد بنانے والوں کے لیے بڑا ثواب ہے کہ حلال زمین پر بیٹھے پھر کھانے کی ضرورت ہوئی اور کپڑے کی یا جورو بچہ و دیگر اقارب کے نفقہ کی تو سوال (بھیک مانگنا) حلال نہیں ہے چنانچہ رزق حلال کے حصول کی خاطر کوئی کمائی اختیار کی اور اللہ تعالی کے حکم پر چلے تو ثواب وہی ملے گا جو خالص تنہائی میں یاد الٰہی کا تھا اور کمائی میں علم کی ضرورت ہے، تو جب تک یہ علم حاصل کرو ثواب ملے گا بشرطیکہ یہی نیت ہو کہ حق نفس و حق زوجہ و حق اولاد اس سے حاصل کر کے پورا کریں گے۔ اور یہ نیت نہ ہو کہ عیش دنیا اڑاؤں کیونکہ یہ گھر تو آخرت کے لیے کھیت و منڈی ہے اگرچہ تم کو کمائی میں اللہ تعالی اس قدر دیدے کہ اپنے فضل سے لذت کے ساتھ رہو اور نیک کام کرو تو یہ علم اگرچہ دنیاوی ہو اس راہ سے ثواب ملے گا مگر ایسی چیزوں کا علم نہ ہو جو شرع میں معصیت ہیں جیسے علم موسیقی و ستار و سارنگی وغیرہ یا علم مصوری وغیرہ تو یہاں حد مباح کی ہے چنانچہ پیشہ و تجارت میں حرام پیشہ نہ ہو مثلاً گانا بجانا و بھیک مانگنا وغیرہ۔ اور تجارت حرام نہ ہو جیسے شراب بیچنا وغیرہ پس جو شخص

انگریزی پلٹنن کے گودام کا ٹھیکہ لے جس میں شرط ہو کہ جہاں اور چیزیں ہیں وہاں یہ بھی شرط ہے کہ شراب اس قدر بہم پہونچاؤ۔ یا گلا گھونٹے جانور کا گوشت دیا کرو تو یہ مال حرام ہو جائیگا۔ پس حلال وحرام کی یہ حدود نوکری وتجارت و پیشہ صنعت میں علم سے معلوم ہوں گی اور جس علم سے معلوم ہوں اس میں اگرچہ ثواب اس نیت پر ہوگا جو بیان ہوئی لیکن یہ علم آخرت وعلم معرفت نہیں ہے جو وہاں ساتھ رہے حتی کہ قاضی ہونے کے لیے جو علم ہو وہ بھی دنیاوی جھگڑے بکھیڑے فیصل کرنے کے لیے ہے وہ کچھ معرفت نہیں ہے۔ الحاصل علم دنیا ہر وہ علم ہے جس کا باقی ہونا آخرت کے ساتھ نہ ہو اس میں دو قسم ہیں ایک وہ جو بہ نیت صالحہ سیکھا جاوے کہ وہ حد مباح میں ہو اور ثواب ملے جیسے فن تعمیر عمارت وفن طبابت وغیرہ۔ اور ایسے ہی قاضی بننے کا علم متعلق بادب القاضی۔ تو یہ بھی ثواب میں داخل ہے اور دوم وہ کہ جو حد مباح میں نہ ہو یا سنت صالح نہ ہو حتی کہ اگر علم قضاء محض اپنے نفس کی عیش کے لیے سیکھا تو کچھ نہیں ہے یا جیسے ستارو گانا علم موسیقی سیکھا تو محضِ دنیا حرام ہے۔ اور علم دین ہر وہ علم ہے جس کا نتیجہ اصلاح نفس بغرض آخرت ہو یا نفس علم آخرت ومعرفت خالق عزوجل ہو اور اس کا مرتبہ بہت اعلی ہے۔

اور دوسرا بیان یہ رہا کہ علم کا طلب کرنا کس قدر فرض ہے تو جاننا چاہیے کہ جب کبھی ضرورت کسی شخص کو کسبِ معاشِ حلال کے لیے داعی ہو کہ وہ علم دنیا میں سے حاصل کرے تو قسم اول میں سے اتنا کہ بقدرِ ضرورت معاش مل جائے اور اس کا حصول نہ ثواب نہ وجوب میں داخل ہے اور اس سے زائد مباح ہے جبکہ حد مباح میں ہو اور جو چیز کہ محض لایعنی ہو اگر اس کو حاصل کر کے تضییع اوقات کرے تو وہ جواب مرے گا مثلا اس زمانہ میں یونانی فلسفہ کا سیکھنا کہ محض لایعنی اور اصح یہ ہے کہ حرام ہے۔ اور طب وغیرہ مصالح عامہ کبھی بنظر عارض منجملہ واجبات ہو جاتے ہیں اور اسی قسم سے موجودہ زمانہ میں ایسے فنون جن سے بغیر دھوئیں کے بارود اور توپ وٹربیڈو وغیرہ جس سے جہاز توڑنے کی ایجاد وغیرہ پر قدرت حاصل ہو کیونکہ قولہ وعدوالھم مااستطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل۔ ایسی باتوں کا اشارہ فرمانا ہے بلکہ تنصیص سے اثبات کی امید ہے پس ضرور ہے کہ ایک گروہ علماء کا ایسا ہونا چاہیے واللہ تعالی اعلم۔ اور رہا علم دین میں سے تو ہر مسلمان مرد وعورت پر اس قدر فرض ہے کہ جب اس سے اعتقاد خالی ہو یا اس میں سے بعض سے خالی ہو تو وہ کافر کہلائے اور جب اس قدر عمل سے یا اس میں سے بعض سے روکا جائے تو اس پر اس ملک سے ہجرت کر جانا واجب ہو اور مترجم کہتا ہے کہ فقیہ عالم کا کام ہے کہ جب وہ جانتا ہے کہ ایمان کے لیے تمام بنی آدم مکلّف ہیں تو ادنی سے ادنی آدمی کے لحاظ سے اس قدر پر اکتفا کرے کہ اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمد اعبدہ ورسولہ۔ میں گواہی ادا کرتا ہوں کہ سوائے اللہ تعالی کے کوئی الہ ومعبود نہیں اور گواہی ادا کرتا ہوں کہ بے شک محمد ﷺ اس کا بندہ ورسول ہے پس اگر کسی نے اس قدر

اقرار کیا اور بعد اس کے اس وقت مر گیا تو مجال نہیں ہے کہ کوئی اس کو کافر کہے۔ تم نہیں دیکھتے کہ صحاح کی حدیث اسامہؓ میں صریح قصہ یوں ثابت ہے کہ اسامہ بن زید سردارِ فوج بنا کے جہاد پر بھیجے گئے وہاں عین لڑائی میں کفار کے لشکر سے جو آدمی اسامہ کا مقابل تھا اس نے تلوار ماری کہ اسامہؓ کا بازو مجروح ہو گیا جب ان کا وار پہنچا تو اس نے پناہ لی اور کہا کہ لا الہ الا اللہ۔ مگر اسامہؓ نے اس اقرار کو اس کی طرف سے مجبوری پر محمول کر کے نہ مانا اور اس کو قتل کر دیا اس آواز کو بعض اہل لشکر نے سنا تھا انھوں نے کہا کہ اے سردار تم نے کیوں اس کو مار ڈالا جبکہ وہ توحید کا اقرار کرتا تھا انھوں نے جو سمجھا تھا بیان کیا تو اہل لشکر نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم اس کو آنحضرت ﷺ سے عرض کریں گے جب مدینہ میں آ کر آپ سے عرض کیا گیا تو آپ نے اسامہ کو بلا کر پوچھا اسامہ نے کہا کہ یارسول اللہ آپ میرا مجروح بازو ملاحظہ فرمائیں اس نے فقط میری تلوار کے ڈر سے ایسا کہا تھا تو آپ نے فرمایا۔ ھلا شققت قلبہ یعنی تو نے اس کے دل کا جاننے کے لئے اس کا دل پھاڑ کر کیوں نہ دیکھا یعنی دل کا بھید اللہ تعالیٰ کے علم میں مسلم ہے۔ اور بار بار فرماتے تھے اقتلت رجلا بقول لا الہ الا اللہ ارے تو نے ایسے آدمی کو مار ڈالا جو کہتا تھا کہ لا الہ الا اللہ۔ یہاں تک کہ اسامہ کہتے ہیں کہ میں اس بات سے ایسا ڈر گیا کہ سوچنے لگا کہ کاش میں آج مسلمان ہوا ہوتا۔ الحاصل شہادت و کلمہ توحید پر اکتفا کیا جاوے اور اگر کسی نے حضرت سرورِ عالم و عالمیان سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ و علیہم اجمعین کے رسول و بندے ہونے کا اقرار نہ کیا تو بھی کافر ہے چنانچہ صریح احادیث و محکم آیات ناطق ہیں پھر اس کو اس جامع کلمہ کی تفصیل سے آہستہ آہستہ تعلیم دے جاوے کہ جب الٰہ کوئی اور نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ جل شانہ وہی خالق رزاق مالک مختار ہے حتی کہ شرک بالکل جڑ سے جاتا رہے اور سب جو کچھ آنحضرت ﷺ نے تعلیم فرمایا کسی میں شک و خلاف نہ رہے اور دنیا کے آگے آخرت پر ایمان لانا ایسا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بقولہ یومنون باللہ والیوم الآخر۔ یعنی آخرت پر ایمان کو عموماً ہر ایک عرب کے لیے صریح بیان فرمایا۔ اور صحاح میں روایت ایک صحابی کی ہے جنھوں نے اپنی باندی کو مارا اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرے کہ میں نے اس کو مقدار جرم سے زیادہ مارا تو مواخذہ ہو گا پس آنحضرت ﷺ سے اپنا حال ظاہر کر کے عزم کیا کہ یارسول اللہ اس کو آزاد کر دوں آپ نے حکم دیا کہ یہاں بلواؤ جب وہ آئی تو اس سے اللہ تعالیٰ کو پوچھا اس نے ٹھیک بتایا پھر اپنے بارے میں پوچھا کہ میں کون ہوں؟ اس نے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو صحابی سے فرمایا کہ ہاں اس کو آزاد کر دے یہ تو مومنہ ہے۔ اقول اس میں اشارہ ہے کہ جب بندہ اپنے خالق عزوجل کی معرفت میں ایمان رکھتا ہو تو وہ بھائی ہے اور مملوک بنانا اسی کی بھلائی و تعلیم کے لیے ہے غیر ازینکہ ان دونوں آقا و مملوک میں رشتہ اتحاد زیادہ مستحکم ہوتا ہے حتی کہ ولاء سے وراثت مثل قرابت کے پہنچتی ہے پس آقا خالص عبادت الٰہی کے

لیے فارغ ہو جاتا ہے اور مملوک اس کے لیے رزق حاصل کرلاتا ہے پس دونوں دنیا سے بڑا ذخیرہ لے جاتے ہیں اور اس واسطے حدیث صحیح میں مومن پر یہ حکم لازم کیا یعنی ایمان کے خصائص میں سے قرار دیا کہ اپنے بھائی کو جس کو اللہ تعالی نے اس کا ماتحت کیا ہے وہی کھلائے جو خود کھائے اور وہی پہنائے جو خود پہنے۔الحاصل اس باندی سے فقط اللہ تعالی ورسول اللہ ﷺ کی تصدیق یقینی پر ایمان کا اکتفا کیا کیونکہ بعلم نبوت اس کی سچائی جان کر مومنہ فرمایا ہے پس معلوم ہوا کہ اس قدر ایمان سے بندہ مومن متصور ہوگا۔اور علماء جو عوام کی سمجھ سے بڑھ کر ان کو تکلیف دیتے ہیں جاہل ہیں۔ارے یہ نہیں دیکھتے کہ **اتبــاع الهـوی اتـخاذا لاله** ہے۔بقولہ **افرایت من اتخذالهه هواه**...... اور جس نے زعم کیا کہ چنے چبانے سے پیٹ میں درد ہوا اس نے نظر میں شرک کیا یہ دقائق عالمانہ ہیں اپنے نفس کو آزمائیں کہ ایسے خفی شرک ان میں کس حد تک پہنچے ہیں حتی کہ زید و خالد و کلو و مرزا و خان و شیخ کے ساتھ عناد اور لڑائی جھگڑے میں کس مرتبہ تک منہمک ہیں اور اسلم ان میں یہ تھا کہ مقام توحید میں قدم استوار کرتے اور وسائط کے ساتھ برتاؤ میں بھی احکام شریعت کا اتباع سمجھا کر مشاجرت کرتے ولیکن اللہ تعالی خلاق علیم ہے جو وہ چاہے وہی ہوتا ہے۔

الغرض اعتقاد میں تو فرضیت اس طرح شروع ہوتی ہے پھر جب اس نے صافی قلب میں یہ نظر دیکھی کہ پانی نے کھیتی اگائی تو فوراً اس خطرہ کو بھی باہر رکھا دل میں آنے نہ دیا اور عالم سے پوچھ لیا کہ اس کو دل میں جگہ دوں اس نے بتلا دیا کہ نہیں نہیں دیکھو بات اس طرح ہے علی ہذا القیاس یہاں تک کہ تمام تفصیل سے مومن ہو گیا اور یہیں سے معلوم ہو گیا کہ ایمان وعلم کا محل قلب ہے اور صحابہ بلکہ عموماً تابعین رحمہ اس طرح علماء حکماء امام تھے۔یہ نہیں دیکھتے کہ فقہ اکبر وعقائد نسفی و جملہ کتابیں یہ اس وقت کہاں تھیں اور یہیں سے صفائی قلب کا طریقہ بھی اہل ایمان میں معلوم ہو گیا بخلاف اس زمانہ کے لوگوں کے کہ دل میں ہزاروں وسواس وکفر کے اعتقادات وخطرات جمائے ہیں اور ہر وقت ہر بات کو دل میں لاتے جاتے ہیں اور فکر یہ ہے کہ دل میں صفائی حاصل ہو بلکہ دل میں لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کو جگہ دے اور سب خیالات واوہام کو نکال دے پھر نئے سرے سے جو وہم آئے اس کو شرع سے پوچھ کر آنے دے اور اگر شرع اس کو وسواس شیطانی بتلائے تو گھسنے نہ دے۔

اب رہا عمل تو وہ نماز و روزہ حج و زکواۃ ہے۔مگر نماز تو ہر مرد وعورت پر فقط پانچ وقت دن رات میں فرض ہے اور روزہ کا علم جب رمضان آوے فرض ہوگا اور حج جب مال اس قدر ہو جتنا چاہیے اور زکواۃ جب اس کے لیے مال وموسم آئے اور اگر کوئی فقیر ہو تو اس پر ان دونوں کے مسائل سے اس وقت کچھ بھی نہیں ہے ہاں اتنا جاننا ضروری ہے کہ اسلام میں ان چیزوں کے فرض ہونے کا اعتقاد ہے اور رہا ان کے ادا کرنے کا طریقہ تو وہ جبھی ہوگا جب شرائط و وقت پایا جائے گا۔اب ایک تنبیہ باقی رہی کہ نماز میں اس کو

معلوم ہو گیا کہ ستر ڈھانکنا و پاک جگہ اور وضو وغیرہ شرائط ہیں اور آدمی کو حرام کھانے و کپڑے میں پرہیز کرنا فرض ہے اور پہلے ہم نے کمائی کے فرض ہونے کو مفصل بیان کر دیا ہے تو جس حیلہ سے کسب معیشت چاہتا ہے اس کے افعال بھی عبادت ہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔ تو اس سے احکام الٰہی بحکمت بالغہ متعلق ہیں۔ پس آدمی پر ان کا جاننا بھی فرض ہے۔ اگر چہ یہ فرض نہیں کہ وہ جملہ صنائع وحرفت وتجارات کے احکام سے واقف ہو۔ ہاں عالم البتہ ان سب سے واقف ہو گا جہاں تک علم ہے۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ جس نے یہ زعم کیا کہ ضروریات دین فقط روزہ نماز وغیرہ خالص عبادات کے مسائل ہیں اس نے کلام بہت مجمل ومخلوط کر دیا کیونکہ ان مسائل کی تعیین میں وہی تفصیل ہے جو اوپر مذکور ہوئی حتی کہ عام مرد پر حیض کے مسائل جاننا ضروری نہیں ہے اور عورت پر اس زمانہ میں ادائے جمعہ کے مسائل ضروری نہیں۔ اور اس کے علاوہ حرفت وصناعت وغیرہ جو حیلہ کسب معاش کا ہوا اس کے مسائل کو ضروریات میں داخل نہ کیا اور بدون اس کے خالی عبادات خالصہ کی خصوصیت سے مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ اور حدیث صحیح میں یہ مضمون ارشاد ہے کہ اکثر مسافر گرد آلود سفر اٹھائے ہوئے پریشان بال ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگتا ہے اور حالت اس کی یہ ہے کہ جہاں سے کھاتا ہے حرام ہے اور جہاں سے پہنتا ہے حرام ہے اور حرام کی غذا سے پرورش پائی ہے تو کہاں اس کی دعا قبول ہو گی اور بعض روایات سے جملہ عبادات کی نسبت بھی ایسی کیفیت ثابت ہوتی ہے پس عبادات اگر چہ بذات خود اصل ومقدم ہیں اور یہ چیزیں ان کے لیے شرائط لیکن ادا ہونے کی حیثیت سے تقدیم ان شروط کی حلت ہے اور اختلاف حیثیت وجہت سے ہر ایک کا دوسرے پر مقدم ہونا کچھ مضائقہ نہیں رکھتا ہے۔ پھر جو کچھ میں نے ذکر کیا یہ سب اس غرض سے کہ اکثر آدمی علم وعبادت فقط نماز وروزہ وغیرہ خالصہ اطاعات میں منحصر جانتے ہیں اور دیگر اوقات وافعال کو بلا ثواب وخارج از اطاعات سمجھ کر رائگاں کرتے ہیں یہ قصور سمجھ کا ہے اور فقہ نام سمجھ کا ہے پس فقیہ وہ ہے جس کو دین وایمان میں سمجھ حاصل ہو لہٰذا جو فضائل فقہ کے احادیث وآیات سے ثابت ہیں وہ ان بزرگوں کے لیے مسلم ثابت تھے جن کو سلف وصدر اول وصحابہ وخلف وتابعین کہتے ہیں۔ باوجود یہ کہ یہ کتابیں جو اس وقت موجود ہیں اور جتنے مسائل ان میں مندرج ہیں اس وقت موجود نہیں تھیں اور ایسے ہی یہ بھی سمجھ کا قصور ہے کہ علم دین فقط ان مسائل میں منحصر ہے جو وقایہ وہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں مدون ہیں حالانکہ ان میں خشوع وخضوع وحضور قلب کا ذکر اتفاقی ہے علی ہذا تکبر حرام ہے وریا شرک خفی ہے اور مانند اس کے بکثرت احکام یہاں مذکور نہیں ہیں پس حاصل الامر یہاں اس طرح جاننا چاہیے کہ بندے جو کام کرتے ہیں ہر کام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا حکم متعلق ہے مثلاً یہ جائز ہے وہ حرام ہے حتی کہ جو جائز ہے یا فرض یا واجب ہے وہ کریں اور جو حرام یا مکروہ ہے اس کو نہ کریں اور تمام کام دو طرح ہوتے ہیں ایک

دل سے جن کو افعال قلب کہتے ہیں اور نیت بھی دل ہی سے ہوتی ہے اور دوم اعضائے ظاہری سے جیسے وضو کرنا و نماز کے ارکان ادا کرنا اور کسی پیشہ یا نوکری کا کام کرنا۔ پھر ظاہری افعال میں کوئی ایسا فعل نہیں جس کے ساتھ دل کا فعل نہ لگا ہو اور دل کا کم سے کم فعل نیت ہے حتی کہ اگر صدقہ دیا اور نیت اللہ تعالی کے لیے ثواب کی غرض سے نہیں ہے تو کچھ بھی ثواب نہ ہوا اگر چہ کام نیا ہے شاید دنیا میں اس کا بدلہ مل جائے اور دل کے افعال بکثرت ایسے ہیں جن کے ساتھ ظاہری اعضاء کے کام کو کچھ تعلق نہیں ہے اور یہ خود ظاہر ہے۔ تو فقیہ وہ ہے جو ظاہر و باطن سب افعال و خطرات و وسواس کے احکام جانتا ہے جہاں تک اس کو ضرورت ہوئی یا انکشاف ہوا ہے اور جہاں سے اس نے جانا وہ اللہ تعالی عزوجل کی کتاب مجید یعنی قرآن کریم ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سنت پاکیزہ و اجماع صحابہ خیر الامۃ رضی اللہ عنہم ہے پھر ان تین اصول سے جو طریقہ پہچاننے کا ہے وہی اجتہاد و قیاس ہے اور اجتہاد کے لیے کچھ شرطیں ہیں۔ جو مجمل انشاء اللہ تعالی آتی ہیں۔ پس صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل تو سمندر کی طرح لبریز بھرے اور پہاڑوں کی طرح استوار محکم جمے ہوئے تھے اور انھیں کے شاگرد حضرات تابعین ان سے ملتے ہوئے تھے پھر ان کے بعد یہ کیفیت کہاں رہی مگر اللہ تعالی نے ان میں ایسے علماء پیدا کر دیے جنھوں نے نور یقین و ایمان و ادب و تقوی و صدق سے اولین و سابقین و لاحقین کا طریقہ پایا اور پچھلوں کے لیے جن میں موافق حدیث کے جھوٹ پھیلتا گیا اور نفس کا موٹا ہونا و حظوظ نفس پسند کرتے گئے۔ اس طریقہ کو صاف بیان کر دیا۔ خود یہ حضرات مجتہدین بے شک فقیہ جامع تھے اور مشائخ کبار بھی انھیں کے شاگرد تھے لیکن پچھلوں نے یہ کیا کہ مجا طنی افعال کا مجموعہ ان کتابوں میں جمع نہیں کیا بلکہ سوائے شاذ نادر کسی مسئلہ کے بالکل ذکر نہیں کیا کیونکہ میدان بہت وسیع ہے اور خالی ظاہری اعمال و اس کے احکام سب طرح کے ذکر کر دیے تو فقہ اب انھیں ظاہری افعال کا نام ہو گیا ہے لیکن مرد متقی کو چاہیے کہ ظاہر گناہ و باطن گناہ سب کو ترک کرے باطنی گناہوں کا ترک تو حدیث و تفسیر سے جس میں احادیث کے ساتھ بیان ہو تعلیم حاصل کرے اور ظاہری کو فتاوی فقہ سے سیکھے۔ واللہ تعالی ولی التوفیق۔ (جاری ہے..........)

بچوں کے لئے آسان سوال و جواب کی صورت میں ایک خوبصورت گلدستۂ معلومات

چار کتابوں کا انعامی سیٹ

مختصر نصابِ قرآن ☆ مختصر نصابِ حدیث ☆ مختصر نصابِ فقہ ☆ مختصر نصابِ سیرت

ترتیب و پیشکش:

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہتاز .... ناشر: اسکالرز اکیڈمی کراچی

ملنے کا پتہ: مکتبہ رضویہ آرام باغ......مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی......ضیاء القرآن اردو بازار کراچی